مواعظ اختر
نمبر ۸

ترکِ گناہ کے لذیذ طریقے



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ التقا الاختریۃ
hazratmeersahib.com

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: ترکِ گناہ کے لذیذ طریقے

نامِ واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ

تاریخِ وعظ: ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ بمطابق ۲۷ مارچ ۱۹۹۱ء
پونے بارہ بجے دن

مقام: مجلس بر مکان کمال صاحب، ڈھاکا نگر، ڈھاکہ، بنگلہ دیش

موضوع: ترکِ گناہ کے لذیذ طریقے

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت اوّل: محرم الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق نومبر ۲۰۱۴ء

اشاعت دوم: ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق جنوری ۲۰۱۶ء

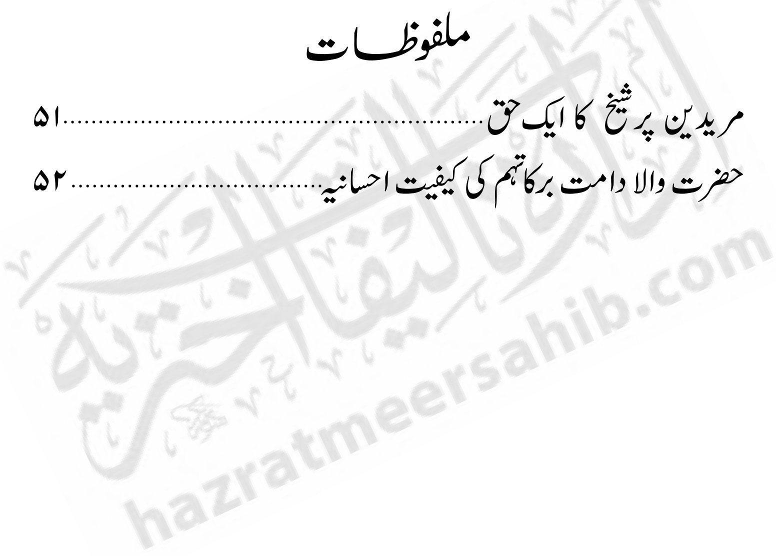
ناشر: ادارہ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک ۱۲ کراچی



فہرست

عنوانات — صفحہ نمبر

ملفوظات



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترکِ گناہ کے لذیذ طریقے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ○﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ:۱۲۹)

حدیث اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡأَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَۃَ الخ کی شرح

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ بندہ کو جس حالت میں رکھے وہی حال بندہ کے لیے مفید ہے لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہر حالت میں عافیت مانگنی چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡأَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَۃَ وَالۡمُعَافَاۃَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ))

(رواہ الطبرانی)

(مجمع الزوائد: باب الادعیۃ المأثورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱۰ ص ۱۷۵)

حدیثِ پاک کی اس دعا میں تین چیزیں مانگنے کا حکم ہے عفو، عافیت اور معافات۔ عفو کی شرح محدثین نے یہ کی ہے:

((مَحۡوُ الذُّنُوۡبِ وَسَتۡرُ الۡعُیُوۡبِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، ج ۵ ص ۳۹۶)

یعنی اے اللہ! ہمارے گناہوں کو مٹا دیجیے اور عیوب پر پردہ ڈال کر مخلوق سے ستاری فرما دیجیے اور عافیت کے معنی ہیں:

((اَلسَّلَامَۃُ فِی الدِّیۡنِ مِنَ الۡفِتۡنَۃِ وَالسَّلَامَۃُ فِی الۡبَدَنِ مِنۡ سَیِّئِ الۡاَسۡقَامِ وَالۡمِحۡنَۃِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، ج ۵ ص ۳۹۶)

فتنۂ معصیت سے، فتنۂ ارتداد سے اور فتنۂ کفر سے دین وایمان سلامت رہے اور جسم بھی بری بری بیماریوں سے محفوظ اور مشقت شدیدہ سے مامون ہو۔ اور معافات کے کیا معنیٰ ہیں؟

((اَنْ یُّعَافِیَكَ اللهُ مِنَ النَّاسِ وَ اَنْ یُّعَافِیَهُمْ مِّنْكَ))

(مرقاۃ المفاتیح : (رشیدیہ)، ج ۵ ص ۳۹۶)

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کے ظلم سے محفوظ رکھے اور تمہارے ظلم سے لوگوں کو محفوظ رکھے، دونوں طرف سے عافیت ہو۔

اور خدا کے عاشقوں کے نزدیک عافیت سے مراد ہے کہ فتنۂ غیبوبت سے، فتنۂ غفلت سے حفاظت رہے، غیبوبت کا فتنہ غفلت کے فتنے سے اونچا ہے، یعنی خدائے تعالیٰ سے دل غائب ہوجائے، ایسے کسی کام میں مشغول نہ ہوں جس سے اللہ تعالیٰ کی نسبت کا استحضار نہ رہے، خدائے تعالیٰ سے تعلق کا نوّے ڈگری کا جوزاویہ ہے دل اس کے محاذات سے اِدھر اُدھر نہ ہوجائے، دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ہلکا سا خیال رہنا چاہیے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے
تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

دنیا میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو ہر سانس کے ساتھ ہو۔ آپ بتائیے! کوئی ہے ایسا جو ہر وقت ہمارے ساتھ رہے؟ ؎

قولِ اورا لحن نے آواز نے

اللہ کو اپنے قول کے لیے لحن اور آواز کی ضرورت نہیں ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے دل میں یہ آواز سنتا ہوں کہ اشرف علی! یہ کرلو، یہ نہ کرو۔

اخلاص وہ مقبول ہے جو تابع سنت ہو

اس لیے آج آپ لوگوں کو حدیث شریف کی ایک دعا سکھا رہا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اللہ کی رضا والے راستے اللہ کی طرف سے آپ کے دل میں الہام ہوتے رہیں گے اور آپ کا قدم ہمیشہ صحیح اٹھے گا کیونکہ بعض مرتبہ اللہ کا راستہ معلوم ہونے کے بعد بھی، صحیح سمت، سنت اور طریقِ حق معلوم ہونے کے باوجود بھی نفس اپنی نالائقی اور شرارت کی وجہ سے اس پر عمل کرنے سے محروم رکھتا ہے۔ تو یہ جو دعا ابھی آپ کو سکھاؤں گا، ان شاء اللہ اس کی برکت سے دل میں ہر وقت اللہ کی رضا اور حق کا الہام ہوگا اور نفس کے شر سے بھی آپ محفوظ رہیں گے، کیونکہ دو ہی چیزیں ہیں یا تو صحیح علم نہیں ہے، اس صورت میں صحیح عمل کیسے کرے گا؟ چاہے وہ کتنا ہی مخلص ہو مثلاً ایک شخص انتہائی مخلص ہے، اس کے اخلاص میں ذرا بھی شبہ نہیں، وہ عصر کے بعد گھر میں چاروں طرف سے کمرہ بند کر کے بڑے اخلاص سے نفلیں پڑھ رہا ہے لیکن اس ظالم کو یہ خبر نہیں کہ عصر کے بعد نفلیں قبول نہیں ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں:

((مَا رَأَيْنَاهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)؛ کتاب مواقیت الصلوۃ؛ ج ۱ ص ۸۳)

عصر کے بعد سنت یا نفل نماز جائز نہیں ہے تو اگر کوئی انتہائی اخلاص سے کمرہ بند کر کے عصر کے بعد نفل پڑھ رہا ہے، بیوی کو بھی اندر آنے نہیں دے رہا، کہہ رہا ہے کہ بھئی میں تو آج صرف اللہ کے لیے نماز پڑھوں گا، آج بیوی بچے سب دور رہو، بس میرا اللہ جانے اور میں جانوں۔ تو کتنے اخلاص سے نماز پڑھ رہا ہے مگر چونکہ علم صحیح نہیں ہے اس لیے اس کی یہ نماز غیر مقبول ہے بلکہ اُلٹا اس سے مواخذہ بھی ہوگا کہ علماء سے پوچھا کیوں نہیں؟

مسائل اہلِ علم سے پوچھنے چاہئیں

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○﴾

(سورة النحل، آية:۴۳)

اہلِ علم سے کیوں نہیں پوچھا؟ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، جب آپ موٹر خریدتے ہیں تو روڈ کے تمام قانون کیوں معلوم کرتے ہیں؟ جب ٹریفک پولیس کسی غلطی پر پکڑے تو کہہ دیا کرو کہ مجھے اس قانون کا علم نہیں تھا لیکن کوئی ٹریفک پولیس سے یہ نہیں کہتا کہ جناب! ہم نئی کار خرید کر لائے ہیں، ہم کو قانون معلوم نہیں ہے لہٰذا لاعلمی کی وجہ سے آپ ہمیں کچھ نہ کہیے۔ وہ کہے گا کہ جب آپ روڈ پر موٹر لائے ہیں تو روڈ کے قوانین کیوں نہیں سیکھے؟ یہاں پر سب کو خوب عقل آجاتی ہے اور دین کے معاملے میں کہتے ہیں کہ کسی عالم مفتی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، ایسے ہی مغفرت ہوجائے گی، اللہ میاں سے بھی کہہ دیں گے کہ ہمیں مسئلہ معلوم نہیں تھا۔ وہاں بھی یہی سوال ہوگا کہ علماء کرام سے پوچھا کیوں نہیں؟ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو جس وقت جو کام کرنا ہے اس کے بارے میں اللہ کا حکم معلوم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے تعبیر کرنے کی وجہ

تفسیر روح المعانی میں اور جملہ تفاسیر میں ہے کہ اس آیت میں اہلِ ذکر سے مراد علماءِ دین ہیں۔

((اَلْمُرَادُ بِاَهْلِ الذِّكْرِ عُلَمَآءُ اَخْبَارِ الْاُمَمِ السَّالِفَةِ))

(روح المعانی: (رشیدیه)، ج۱۴ص۵۲۰)

((وَفِی الْاٰیَۃِ دَلِیْلٌ عَلٰی وُجُوْبِ الْمُرَاجَعَۃِ اِلَی الْعُلَمَآءِ لِلْجُھَّالِ فِیْمَا لَا یَعْلَمُوْنَ))

(التفسیر المظھری ج۴ص ۱۷۲، روح البیان ج ۵ ص ۳۷، بیان القرآن ج ۲ ص ۳۳۳)

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اَھْلَ الذِّکْرِ کیوں نازل فرمایا؟ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الْعِلْمِ نازل کردیتے۔ یہ حضرت کی خاص عاشقانہ تعبیر ہے، فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ذکر اس لیے فرمایا تاکہ مولویوں کو ذرا شرم آئے اور وہ اللہ کی یاد سے غافل نہ رہیں کہ اللہ نے تو ہمارا نام ہی اہل ذکر رکھا ہے، جب اللہ نے ہمیں اہل ذکر سے تعبیر کیا اور ہمارا نام اہل ذکر رکھ دیا اس کے باوجود ہم ذکر سے غافل رہیں۔ یہ ہیں اللہ کے عاشقوں کے علوم! ؎

میرے پینے کو دوستو سن لو

آسمانوں سے مے اترتی ہے

یہ میرا شعر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے دلوں پر آسمان سے علوم نازل فرماتے ہیں، اسی لیے خدا کے عاشقوں کے علم میں اور عام علماء کے علم میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

’’اللہ‘‘ جل جلالہٗ کے ایک عاشقانہ معنیٰ

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولانا! اللہ کے معنیٰ بتائیے؟ اب مولانا صاحب نے کہا مجھے تو معلوم نہیں، بس اتنا معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے، معبود ہے، لیکن اس کے معنیٰ تو حضرت! آپ ہی بتائیے۔ حضرت نے فرمایا اللہ کے معنیٰ ہیں من موہن یعنی جو من کو موہ لے، دل کو اپنے اوپر قربان کرلے، ان کے اوپر ایسا حسن و جمال ہے کہ:

﴿كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِيۡ شَأۡنٍ ۝﴾

(سورۃ الرحمٰن، آیۃ:۲۹)

ہر وقت، ہر لحظہ، ہر آن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔اس کے برعکس جن پر ہم اپنے نفس کے لئے مر رہے ہیں، بڑے بڑے معشوقوں کو دیکھو کہ وہ حسین لڑکیاں جن پر لوگ ایمان بیچتے تھے، سو برس کی نانی اماں بن چکی ہیں اور نوجوان حسین لڑکے جن کو دیکھنے سے بڑے بڑے عقل والے پاگل ہوتے تھے اب وہی نانا ابّا نظر آتے ہیں جبکہ اللہ والی محبت قیامت تک کام دے گی، بلکہ جنت میں بھی ساتھ رہے گی، اللہ والی محبت دنیا میں بھی کام آتی ہے اور قیامت میں بھی کام آئے گی۔

اللہ والوں سے دوستی دنیا کے لیے مت کرو

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کو دین تو ملتا ہی ہے مگر ان کی دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ برکت نازل کرتا ہے لیکن تم لوگ دنیا کی برکت کے لیے اللہ والوں سے دوستی مت کرو، ان سے اللہ کے لیے دوستی کرو۔ جیسے سمندر کے راستہ اگر حج کرنے جانا ہے تو سمندر کا پانی دیکھنے کی نیت نہ کرو کیونکہ پانی تو نظر آئے گا ہی لہٰذا پانی کی نیت کیوں کرتے ہو؟ بھئی! جب سمندر میں جہاز چلے گا تو سمندر نظر آئے گا یا نہیں؟ تو خواہ مخواہ سمندر کی نیت کر کے اپنے حج کا ثواب ضائع کر رہے ہو۔ اس لیے اللہ والوں سے دوستی تو اللہ ہی کے لیے کیجیے مگر حضرت نے فرمایا کہ تجربہ یہ ہے کہ ان سے دوستی کی برکت سے دین بھی ملتا ہے اور ساتھ ساتھ دنیا بھی ملتی ہے اور چین اور سکون بھی ملتا ہے۔

جو دین پر چلے انہیں دنیا بھی مل گئی

اب دنیا کے سکون کا ایک قصہ بتاتا ہوں۔ الٰہ آباد میں شیروانی

خاندان کی ٹارچ فیکٹری تھی۔اس فیکٹری میں مزدوروں کی یونین تھی، آئے دن مزدوروں کے ہنگامے، قتل وخون ہوتا تھا، مالکان کو بھی گالیاں ملتی تھیں اور یہ لوگ آفس میں تالا لگا کر اور پولیس کو چاروں طرف رکھ کر بڑی مشکل سے بھاگتے تھے لیکن جب ان لوگوں نے حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم سے تعلق قائم کرلیا، شروع شروع میں ان کے پاس دعا کرانے اور تعویذ لینے کے لیے آئے تھے پھر ان کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور حضرت سے باقاعدہ تعلق قائم کرلیا، نمازی ہو گئے اور آہستہ آہستہ بہت ہی دین دار ہو گئے۔ اب تقریباً دس سال ہو گئے ہیں مگر ان کی فیکٹری میں گڑبڑ کا ایک بھی واقعہ نہیں ہوا، حضرت کی کرامت سے مزدوروں کو بھی اللہ نے مسخر کردیا، نہ جھگڑا نہ فساد، سکون سے فیکٹری چل رہی ہے۔ بتایئے! ان کی دنیا کا فائدہ ہوا یا نہیں؟ لیکن انہوں نے بھی حضرت کی قدر کی کہ ایک کار اور ایک ڈرائیور ہر وقت حضرت کے پاس رکھتے ہیں اور پٹرول بھی خود ڈالتے ہیں، حضرت اس کار میں بیٹھ کر صبح سویرے گنگا جمنا کی سیر کرتے ہیں، صبح کی تازہ ہوا کھاتے ہیں۔ جس سے فیض حاصل ہو اس کی صحت اور اس کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

خدّام دین کو اپنی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں، دین کا کام کرتے ہیں وہ اپنے سر میں تیل کی مالش کریں، اس وقت میں بھی سر میں تیل لگا کر آیا ہوں، اگر تیل کی مالش نہیں کی اور دماغی کام کرنے کی وجہ سے دماغ میں خشکی بڑھ گئی تو قیامت کے دن مواخذہ ہوگا کیونکہ یہ دماغ ان کا نہیں ہے اللہ میاں کی ملکیت ہے لہٰذا قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا کہ سرکاری مشین کو تم نے خشک کیوں رکھا؟ اس میں گریس کیوں نہیں ڈالی؟ اگر آپ کسی کی

موٹر لے کر اسے چلاتے رہو اور اس میں گریس نہ ڈالو تو موٹر کا مالک کیا کرے گا؟ ایسے ہی ہمارا جسم بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، خصوصاً جو لوگ سرکاری کام کر رہے ہیں یعنی دین کی خدمت، وعظ و تصنیف وغیرہ یا ذکر و تلاوت کر رہے ہیں تو ان کو اپنی صحت کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔

اہلِ ذکر اور اہلِ نسبت عالم کی شان

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اہلِ ذکر سے مراد اہلِ علم ہیں اور تفسیر روح المعانی، تفسیر مظہری وغیرہ نے بھی میرے شیخ کی بات کی تائید کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کا نام اہل ذکر رکھا یعنی ذکر والے لوگ۔ تو اگر ہم لوگ بھی اللہ کو یاد نہ کریں تو انتہائی نالائق ہوں گے کیونکہ ہمارا تو نام ہی اہل ذکر ہے، اس لیے ہم پر تو ذکر کا غلبہ ہونا چاہیے۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ علم کے اندر بہت برکت آتی ہے۔ نسبت مع اللہ حاصل ہونے کے بعد علم کی کیا کیفیت ہوتی ہے اس پر میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کا یہ شعر پڑھ کر ایک گھنٹہ تقریر کی ؎

خم کہ از دریا در او راہے شود
پیشِ او جیحونہا زانو زند

جس مٹکے کو سمندر سے تعلق ہو جائے اس کے سامنے بڑے بڑے دریا شاگرد بن جائیں گے، بظاہر مٹکے میں دس کلو پانی ہے مگر بڑے بڑے دریا گنگا و جمنا، سیحون و جیحون، دجلہ و فرات اس کے شاگرد ہو جائیں گے کیونکہ اس مٹکے کو خفیہ راستہ سمندر سے ہے اور سمندر کا پانی کبھی خشک نہیں ہوتا جبکہ دریا خشک ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے اللہ کی تمام صفات کا اس بندہ پر ظہور ہوتا ہے جو عالم ذاکر ہوتا ہے، اہل اللہ سے تعلق رکھتا ہے تو اللہ کے نامِ پاک عَلِیۡمٌ کی برکت سے اس بندہ کا قطرۂ علم اللہ تعالیٰ کی غیر محدود صفتِ عِلم سے وابستہ

ہوجاتا ہے، جس کو مولانا رومی بھی مانگتے ہیں؎

قطرۂ علمے کہ بخشیدی ز پیش
متصل گرداں بہ دریاہائے خویش

اے خدا! آپ نے جو مجھ کو علم کا ایک قطرہ عطا فرمایا ہے اس کو اپنے غیر محدود علم کے ایک دریا سے نہیں، دریاؤں سے متصل کردیجیے، جوائنٹ کردیجئے، ملادیجئے، جُگا جُگ کردیجئے۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ عصر کے بعد ایک شخص اخلاص سے نفل پڑھ رہا ہے لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں لہٰذا یہ اخلاص بھی بے کار گیا، کچھ قبول نہیں ہوا، اخلاص بھی جب قبول ہے جب صدق ہو یعنی سنت کے مطابق ہو۔

تو کبھی تو علم ہی نہیں ہوتا جیسے اس کو علم نہیں تھا کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں، اس لئے پڑھ رہا ہے اور کبھی کسی چیز کا علم تو ہوتا ہے مثلاً بدنظری حرام ہے، اس کا علم سب کو ہے لیکن جب کوئی نمکین شکل سامنے آتی ہے تو اچھے اچھے صوفیوں کی تسبیح کے دانے ٹوٹ جاتے ہیں، بعض تو تسبیح جیب میں رکھ کر اس حسین کو دیکھتے ہیں تاکہ تسبیح بدنام نہ ہو، اپنی بدنامی کے لیے تو تیار ہوگئے مگر تسبیح نہ بدنام ہو۔ خیر! یہ بھی غنیمت ہے کہ تسبیح کو بدنام نہیں ہونے دیا اور تسبیح کو جیب میں ڈال لیا اور بعض تو کالا چشمہ لگاتے ہیں تاکہ آنکھ کے ٹارگٹ کا کسی کو پتہ نہ چلے کہ کس طرف دیکھ رہا ہے، اس کو کہتے ہیں ٹارگٹ بنانا، اِدھر سے اُدھر نشانے مار رہا ہے مگر آہ! اللہ تو سب دیکھ رہا ہے۔

گناہ کی ایک علامت

مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

دنیا والوں سے چھپا کر تم گناہ کرتے ہو، گناہ کرتے وقت دیکھتے بھی ہو کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے، یہ گناہ کی علامت میں سے ہے۔ حدیث میں ہے:

((کَرِهْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ))

(صحیح مسلم:(قدیمی)؛ کتاب البر والصلۃ والأداب: ج ۲ ص ۳۱۴)

یعنی گناہ وہ ہے کہ تم اسے کرتے وقت ڈرو کہ تمہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ تو ان عاجزوں سے تو تم اپنے گناہ کو چھپا رہے ہو مگر قادرِ مطلق تمہیں دیکھ رہا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی گندے کام کو لومڑیوں سے چھپا رہا ہو اور شیر کا خوف نہ ہو۔ اللہ سے تو چھپا نہیں سکتے اور عاجزوں سے ڈر کر چھپا رہے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ جب اللہ رسوا کرنا چاہے گا تو دروازوں کے اندر گرفتار کرا دے گا۔

علی گڑھ کی ایک بستی میں ایک بہت ہی معزز خاندان کے زمیندار تھے، لاکھوں روپے کا کاروبار تھا اور بڑی عزت تھی لیکن ایک ہندو عورت کے ساتھ دروازے سب بند کر کے زِنا میں مبتلا ہو گئے لیکن جب اللہ کو رسوا کرنا ہوتا ہے تو گھر میں رسوا کر دیتا ہے۔ اب ان کے گھر کے باہر چاروں طرف مجمع لگ گیا اور لوگ پتھر مارنے لگے کہ نکلو میاں صاحب! میری ہندو بیٹی کو بے دھڑک ذلیل کر رہے ہو اور اس کی عزت لوٹ رہے ہو۔ پھر وہ صاحب مارے شرم کے تین سال تک گھر سے نہیں نکلے۔ لہٰذا مخلوق سے چھپانے سے کچھ نہیں ہوتا ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد

جب اللہ کسی کا پردہ پھاڑتا ہے تو مخلوق سے چھپانے سے بھی رسوا ہی ہو جاتا ہے۔ تو میرا شعر ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ بھی ناراض نہ کرنا شرافتِ بندگی ہے

بس اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو، یہ رمضان کا مہینہ ہے، ہم سب ماضی کے تمام گناہوں سے توبہ کرلیں، سب لوگوں میں اختر بھی شامل ہے لہٰذا ارادہ کرلو کہ ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کریں گے اور ہر سانس اپنے اللہ پر ان کی مرضی کے مطابق فدا کریں گے، جس بات سے خدا خوش ہوں گے اس بات پر ہم جمے رہیں گے اور جس بات سے اللہ ناراض و ناخوش ہوں گے اس کے قریب بھی نہیں جائیں گے، اسی کا نام ایمان ہے، اسی کا نام اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے اور اسی کا نام شرافتِ بندگی ہے۔

وہ بندہ بہت لائق ہے جو ہر وقت اپنے اللہ کو خوش کرنے کی فکر اور ناراضگی سے بچنے کی فکر رکھتا ہے اور وہ بندہ انتہائی نالائق ہے جو جانتا سب کچھ ہے مگر بے فکری سے پاگلوں اور الوؤں کی طرح نفس میں حرام لذتوں کو درآمد کرتا ہے، جس وقت وہ کسی حسین کو دیکھتا ہے چاہے عورت ہو یا اَمرد، اس وقت اس کے چہرہ پر بے شمار لعنتیں برستی ہیں، اتنے شیاطین اس کی آنکھوں میں نظر آتے ہیں کہ اگر وہ شخص جس کو دیکھا جارہا ہے متقی ہے تو وہ خود محسوس کرلے گا کہ یہ شخص اس وقت انتہائی ذلیل نظر آرہا ہے۔ جو بندہ جس وقت اللہ کو ناراض کرتا ہے خصوصاً جو سالک بھی ہے، کسی سے بیعت بھی ہے، خانقاہوں میں زندگی گذارتا ہے اور داڑھی بھی ہے، علماء و نیک بندوں کی شکل میں بھی ہے، شکل ہو بایزید بسطامی کی اور کام کرے ننگِ یزید، نام ہو عبدالرحمٰن اور کرے کارِ شیطان ؎

کارِ شیطاں می کند نامش ولی
گر ولی این است لعنت بر ولی

گناہوں سے بچنے کے لیے دو مراقبے

شیطانی کام کرتے ہو اور نام ولی رکھا ہے۔ بس دوستو! اس لیے کہتا ہوں کہ روزانہ دو تین منٹ کا ایک مراقبہ بھی کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے، ان شاء اللہ اس سے بہت فائدہ ہوگا، اس سے ایسا یقین وایمان عطا ہوگا کہ جہاں جائیں گے ہر وقت آپ کو نظر آئے گا کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ یہ مراقبہ تعلیمِ قرآن ہے، اس کو محض تصوف کا نکتہ نہ سمجھئے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ۝﴾

(سورۃ العلق، آیۃ:۱۴)

اور:

﴿وَاللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ۝﴾

(سورۃ اٰل عمران، آیۃ:۱۵)

کیا بندہ نہیں جانتا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اللہ نے یہ آیت کیوں نازل فرمائی؟ کیا یہ خالی جملہ خبریہ ہے؟ نہیں! اس میں جملہ انشائیہ پوشیدہ ہے کہ ہمارے بندے ہر وقت یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ جس طرح آپ روزانہ گھڑی کو ایک آدھ منٹ چابی دیتے ہیں تو وہ چوبیس گھنٹے چلتی ہے اسی طرح صبح شام ایک دو منٹ کا یہ مراقبہ آپ کو چوبیس گھنٹے باخدا رکھے گا، آپ کا دل اللہ سے ملا رہے گا۔

دوسرا مراقبہ یہ ہے کہ یہ سوچو کہ موت کا فرشتہ روح قبض کر رہا ہے، موت کی غشی طاری ہے، آکسیجن دی جارہی ہے اور دنیا کے سارے حسین سامنے ہیں مگر اب کسی کو دیکھ نہیں سکتا حالانکہ ابھی اس میں جان ہے، ابھی وہ زندہ ہے لیکن زندہ ہوتے ہوئے بھی کسی کو دیکھ نہیں سکتا تو اس وقت جیسے مجبوراً نہیں دیکھ سکتے ہو

تو آج اختیار سے نہ دیکھو تا کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں، مجبوری پر کوئی اجر نہیں ہے، اختیار سے کام کرنے پر اجر ہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا عمدہ شعر کہا تھا؂

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہے گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

یہ دو مراقبے ہو گئے۔ پہلا مراقبہ یہ کہ اللہ ہر وقت ہمیں دیکھ رہا ہے۔ دوسرا مراقبہ موت کا ہے کہ ایک دن ایسا ہو گا جب کان سننے سے محروم ہو جائیں گے۔ بعض طالب علم کہتے ہیں کہ گانا چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن گانا سننے کا شوق ہے۔ سوچو کہ گانا سننے کے لئے کان اس وقت کام نہیں دے گا جب موت کا فرشتہ آجائے گا اور آنکھوں کو سِیل کر دے گا، آنکھیں ہوں گی مگر دیکھ نہ سکے گا۔ آج ہم جن چیزوں سے دل کو بہلا رہے ہیں اس وقت وہ کچھ کام نہ آئیں گی۔ بیٹے، پوتے، نواسے کوئی کام نہ آئے گا۔ میرا بھی بیٹا ہے، میرے بھی پوتے ہیں، ان کو دیکھ کر واقعی دل خوش ہوتا ہے، ان سے محبت تو کرو لیکن اللہ کی محبت کو ان کی محبت پر غالب رکھو، ایسا نہ ہو کہ بیٹے اور پوتوں کی محبت میں ہم مالک کو بھول جائیں کیونکہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ بیٹا اور پوتا سامنے ہو گا لیکن ان کو دیکھ نہ سکیں گے۔

مرنے سے پہلے دل کا چراغ روشن کرلو

زندگی کا چراغ ایک دن بجھنے والا ہے لہٰذا ایک چراغ اپنے اندر جلا لیجیے جیسے آج کل ایسی ٹیوب لائٹیں آرہی ہیں کہ بجلی فیل ہوئی تو خود بخود جل جاتی ہیں۔ ہمارے یہاں جنریٹر کو پہلے جا کر خود چلانا پڑتا تھا اب اس کو ایسا آٹومیٹک بنوا دیا ہے کہ بجلی فیل ہوئی تو خود بخود چل جاتا ہے اور جب بجلی آئی تو خود بخود بند ہو جاتا ہے، پیسہ تو لگتا ہے لیکن آرام بھی ملتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کی محبت کا چراغ اپنے دل میں ایسا جلا لو کہ جب موت کا فرشتہ گردن دبائے اور

زندگی کا چراغ بجھ جائے، کچھ نظر نہ آئے، نہ کان سن سکے، نہ آنکھ دیکھ سکے تو اس وقت اندر کا چراغ جل جائے۔

بلا وجہ ذکر میں کمی کرنا نفاق عملی ہے

اب یہ اندر کا چراغ کیسے جلے گا؟ اس بات کو اہل اللہ سے، اللہ والوں سے سیکھو، اپنے اللہ کو زمین پر خوب یاد کرلو تو زمین کے نیچے اللہ تعالیٰ اس کو یاد رکھیں گے۔ زمین کے اوپر جب تک ہم لوگ زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرلیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو یاد تو کرلیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے کتنا یاد کرنے کو فرمایا ہے؟ منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

(سورۃ النسآء، آیۃ:۱۴۲)

منافقین اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ تو اللہ کو کم یاد کرنے پر شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اندیشہ ہے کہیں منافقین کے رجسٹر میں نہ درج کر لئے جائیں یعنی نفاقِ اعتقادی میں تو شمار نہیں ہوگا لیکن نفاقِ عملی میں شمار ہونے کا خطرہ ہے۔

یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْمُ الخ اسماء پڑھنے کے فوائد

لہٰذا دوستو! اللہ کو بہت یاد کرو، چلتے پھرتے، مصروفیت کے درمیان بھی کبھی کبھی اللہ کا نام لے لیا کرو، سواری پر کہیں جا رہے ہو تو یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْمُ پڑھ لو، کبھی یَا صَمَدُ، یَا عَزِیْزُ، یَا مُغْنِیْ، یَا نَاصِرُ پڑھ لیا پھر یَا حَلِیْمُ، یَا کَرِیْمُ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ پڑھ لیا۔ پہلے تینوں نام سے دنیا کی ہر مشکل حل ہوجائے گی۔ اللہ رَحْمٰن ہے، رَحِیْم ہے اس کی شانِ رحمت جس کے ساتھ ہوگی اس کو کوئی مشکل اور پریشانی نہیں آئے گی ان شاء اللہ۔ یَا صَمَدُ پڑھنے کی برکت

سے بندہ مخلوق سے بے نیاز رہے گا یعنی کسی کا محتاج نہیں ہوگا، ان شاء اللہ مرتے دم تک فالج لقوہ جیسی بیماریوں سے محفوظ رہے گا جن سے بندہ دوسرے بندہ کا محتاج ہوجاتا ہے، بیوی کا محتاج ہوجاتا ہے کہ بیوی بغل میں لے کر لیٹرین لے جائے۔ اس نیت سے پڑھئے کہ اے اللہ! تو صمد ہے، سارے عالَم سے بے نیاز ہے، مجھ کو تو اپنا ہی محتاج رکھ، مخلوق کا محتاج نہ فرما۔ یَا عَزِیْزُ اور یَا نَاصِرُ سے اس کے دشمن مغلوب رہیں گے، یَا مُغْنِیُ سے مالدار رہے گا۔ یَا حَلِیْمُ سے عذاب رُک جائے گا اور یَا کَرِیْمُ سے نالائقی کے باوجود اللہ کی مہربانی مل جائے گی۔ کریم کے معنی ہیں جو نالائقوں پر مہربانی کردے اور یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ سے ان شاء اللہ مغفرت ہوجائے گی۔

حضرت والا دامت برکاتہم کے اشکِ رواں کا مقام

ایک بات بتادوں کہ مجھے زکام نہیں ہے، میری ناک سے جو پانی بہتا ہے اصل میں یہ آنکھ کا پانی ہے جو ناک کے راستہ نکلتا ہے۔ بمبئی میں جب میں نے تقریر کی اور بار بار آنکھ سے اور ناک سے پانی بہنے لگا تو دوسرے دن ایک صاحب زکام کی دوا لے آئے تو میں نے اعلان کیا کہ خدا کے لیے مجھے زکام کی دوا مت دو، مجھے زکام نہیں ہے، بیان کے وقت دل بھر آتا ہے، آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں اور آنکھ کے آنسو ناک سے بہنے لگتے ہیں کیونکہ آنکھ اور ناک کی رگوں کے راستے ملے ہوئے ہیں لہٰذا آپ اسے نزلہ زکام نہ سمجھئے۔

جو آنسو اللہ کے لیے نکلتے ہیں وہ بہت قیمتی ہوتے ہیں، ان آنسوؤں میں اللہ کی تجلیات ہوتی ہیں۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ اللہ کی محبت میں رو پڑے تو اس کے آنسوؤں سے اس کے سب دوست احباب کا ایمان ہرا بھرا ہوجائے گا، یہ وہ پانی ہے جس سے اس کے تمام

مریدین وشاگرد اور دوست احباب کا ایمان ہرا بھرا ہوجاتا ہے کیونکہ اس آنسو میں اللہ کی تجلیات ہوتی ہیں۔ بہت عمدہ شعر یاد آیا، شاعر کہتا ہے ؎

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی مری چشمِ پر آب میں

یعنی میری نظر سے کوئی بوڑھا اور جوان نظر نہیں ملا سکتا تھا، جب میری آنکھیں پُر آب ہوگئیں یعنی جب ان میں اللہ کی محبت کے آنسو بھر گئے تو کسی بوڑھے اور جوان کو میری نظر سے نظر ملانے کی ہمت نہیں ہوئی کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تجلی تھی۔

اللہ تعالیٰ کو ہرگز ناراض مت کرو

اب پہلے گناہ چھوڑنے کا وظیفہ بتاتا ہوں پھر اس کے بعد دعا بتاؤں گا۔ سلوک میں سب سے اہم چیز ترکِ معصیت ہے جیسے کوئی کتنا ہی قیمتی موتی کا خمیرہ کھائے اور سوپ پیئے لیکن اگر زہر کھانا نہیں چھوڑے گا تو طاقت ور نہیں بنے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو ولایت عطا نہیں فرماتے جو اصرار کے ساتھ گناہ کرتا رہتا ہے لہٰذا ترکِ معصیت کی بہت فکر کرو۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ جان دے دیں اور گناہ نہ کریں؟ اس میں کیا مشکل ہے؟ میں آپ حضرات سے ایک سوال کرتا ہوں کہ گناہ کے شدید تقاضے ہورہے ہیں تو ان شدید تقاضوں کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اگر گناہ نہیں کریں گے تو زیادہ سے زیادہ آپ کی جان نکل جائے گی، کیا آپ اس کے لیے تیار نہیں ہیں، آپ سب لوگ اس کے لیے تیار ہوجاؤ کہ جان دے دیں گے مگر اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔ اس پر میرا شعر سن لیجیے ؎

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

کچھ نہ سوچو کہ گناہ چھوڑنے سے کیا ہوگا، اگر موت بھی آتی ہے تو شہادت کا درجہ ملے گا لیکن ان شاء اللہ موت نہیں آئے گی بلکہ آپ کی جان میں سینکڑوں

جانیں آجائیں گی۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

جو اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکا لیتے ہیں ان کو ہر وقت سینکڑوں جانیں عطا ہوتی رہتی ہیں۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے

جس حال میں وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے

چونکہ تسلیم و رضا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو ہر وقت ایک نئی جان عطا کرتے ہیں اس لیے اس کی بے کیفی کیفِ مکیّف ہوجاتی ہے، لذتِ تسلیم سے بے کیفی بھی مکیّف ہوجاتی ہے اور مکیّف، عرب حضرات ایئر کنڈیشن کمرے کو کہتے ہیں کہ بھئی! آپ کا غرفہ مکیّف ہے یا نہیں؟ اگر اللہ کی مرضی کے سامنے سر جھکا یا جائے اور ان کو ناراض نہ کیا جائے تو خدا زندگی کی ہر سانس مکیّف کر دیتا ہے۔ لہٰذا دل پر گناہوں سے بچنے کا غم اٹھا لیجیے۔

اللہ تعالیٰ کا بندوں پر ایک خاص حق

کیا ہم پر اللہ کا یہ حق نہیں ہے کہ ہم ان کی راہ میں غم اٹھائیں؟ آپ حضرات سے میرا یہ سوال ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حق نہیں ہے کہ ہم گناہوں کے تقاضوں کو نہ مانیں، ان کے راستہ کے غم کو برداشت کرلیں اور ان کو ناراض نہ کریں، نفس کے برے تقاضوں پر عمل نہ کرنے کی تکلیف کو برداشت کریں؟ بتایئے! حق ہے یا نہیں اللہ کا؟ لہٰذا آپ لوگ رمضان کے اس مبارک مہینہ میں ارادہ کرلیجیے خصوصاً سالکین حضرات کہ ہم گناہوں کے تقاضوں کو برداشت کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ! پھر اس کا کیا انعام ملے گا؟ اب اس کا انعام بھی سن لیجیے۔

اللہ تعالیٰ کا پیار کس کو نصیب ہوتا ہے؟

اس کا انعام ترتیب وار سنیے۔ نمبر ایک قلب پر فوراً اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہوگی، ایسے دل کو اللہ تعالیٰ پیار کر لیتا ہے جو گناہوں سے بچنے کی تکلیفیں برداشت کرتا ہے۔ جیسے ایک بچہ کو پیچش لگی ہوئی ہے اور گھر میں اس کے سب بھائی مزے لے لے کر خوب مرچوں والا چٹ پٹا کباب کھا رہے ہیں مگر ماں نے اس بچہ سے کہا کہ خبردار! اگر تم کباب کھاؤ گے تو تمہاری بیماری بڑھ جائے گی، اب بچہ نے رونا شروع کر دیا کہ ہائے سب بھائی تو کباب اُڑا رہے ہیں اور آپ مجھے منع کر رہی ہیں تو ماں بچہ کو گود میں اٹھا لیتی ہے، اس کے آنسوؤں کو اپنے دامن سے پونچھتی ہے اور اس کو پیار بھی کرتی ہے، کہتی ہے بیٹا! مت گھبراؤ، جب اچھے ہو جاؤ گے تو ہم تمہیں خوب کباب کھلا دیں گے۔ مگر ماں کا پیار ان بچوں کو نہیں ملتا جو تندرست ہیں اور کباب کھا رہے ہیں۔ تو اگر ہم گناہوں کو چھوڑیں گے اور دل پر غم آئے گا اور ہمارے آنسو نکل آئیں گے یا دل غمگین ہو کر رونے لگے گا کہ ہائے کاش! شریعت کا یہ حکم نہ ہوتا تو ہم بھی حرام مزہ لے لیتے لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا پیار ایسے قلب کو ملتا ہے، اس کا نام حلاوتِ ایمانی ہے۔

حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کی مٹھاس کیا چیز ہے؟ حلاوتِ ایمانی اللہ کا پیار ہے، سالک کے قلب پر اللہ کی رحمت کا نزول ہے، سالک کا قلب اس کو محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کو چھوڑنے کی برکت سے میرے دل میں بہارِ جنت عطا کر دی، دل مست ہو جاتا ہے، دل ان کی عنایت کا احساس کرتا ہے، اللہ کا پیار، دل محسوس کرتا ہے۔ حلاوتِ ایمانی پر میں نے بمبئی میں فارسی کا ایک شعر کہا تھا، اس شعر میں حلاوتِ ایمانی کی تعبیر دیکھیں، میری تعبیر بھی

رومانٹک ہے، عاشقانہ ہے ؎

از لب نادیدہ صد بوسہ رسید

جب حسینوں سے نظر کی حفاظت کی، ان کو دیکھنے سے آنکھ کو بچایا جس سے دل پر غم آیا تو اللہ نے اس دل کا پیار و بوسہ لے لیا جیسے ماں اس بچہ کو پیار کرتی ہے جو بیماری کی وجہ سے کباب نہیں کھا سکتا۔ بتایئے! اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں یا نہیں؟ کوئی اللہ کو دیکھ سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کے ہونٹ نظر تو نہیں آتے مگر ان کی رحمت کے نزول کو قلب و روح محسوس کر لیتے ہیں، دل ان کا پیار محسوس کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی ایسے بندہ کے دل کو پیار کرتے ہیں کہ سارے بندے گناہوں سے خوب عیش کر رہے ہیں مگر میرے یہ بندے داڑھی رکھے ہوئے ہیں اور اللہ اللہ کر رہے ہیں حالانکہ یہ بھی گناہوں کے مزے اڑانا جانتے ہیں مگر اپنے مالک کو خوش کرنے کے لیے گناہ نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ ایسے دل کو کتنی خوشی دے گا، آپ سوچئے جو اپنی خوشی کو اللہ کو خوش کرنے کے لیے قربان کر دے، کیا اللہ کے ذمہ نہیں ہے کہ ایسے دل کو دائمی اور سرمدی خوشی عطا کر دے؟ اس لیے اللہ کے اس پیار کی تعبیر میرے اس فارسی شعر سے سمجھئے ؎

از لبِ نادیدہ صد بوسہ رسید
من چہ گویم روح چہ لذت چشید

اللہ تعالیٰ کے ہونٹ نظر نہیں آتے مگر ان کا پیار دل محسوس کر لیتا ہے، ان کی رحمت کے نزول کو قلب و روح محسوس کر لیتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ روح کو کیا مزہ آیا؟ یہ سوال اس پیار کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے ہے یعنی جب انسان گناہ چھوڑنے کے لیے تکلیف اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے غمزدہ اور حسرت کے مارے دل پر بے شمار بوسے اور رحمتیں نازل کرتے ہیں اور دل محسوس کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا پیار لے لیا۔

شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ عالیہ

جیسے شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا پیار لے لیا، جب میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے قدموں میں ہمارا سر رکھا ہوا ہے اور اللہ نے ہمیں پیار کرلیا ہو۔ مگر اللہ کا یہ پیار دل میں محسوس ہوتا ہے، اگر کہیں یہ پیار ظاہر ہوجاتا تو دنیا میں پرچہ آؤٹ ہوجاتا یعنی عالمِ غیب عالمِ غیب نہ رہتا اور عالمِ شہادت بن جاتا، یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ کا نظام ہی ختم ہوجاتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو اپنا پیار دل میں چھپا کردیتے ہیں تاکہ کافر نہ دیکھنے پائیں اور ان کی امتحان گاہ عالمِ امتحان میں رہے، عالمِ شہادت نہ ہوجائے ورنہ پرچہ آؤٹ ہوجانے کے بعد تو امتحان ہی ختم ہوجاتا ہے۔ اگر حکومت کو معلوم ہوجائے کہ اس سال بی اے B.A. والوں کا پرچہ آؤٹ ہوگیا تو وہ اس پرچے ہی کو ختم کردیتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو جو کچھ دیتے ہیں ان کے دل میں دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ اللہ والوں کو نہیں پہچانتے کیونکہ یہ قلبی چیز ہوتی ہے، دل کی دولت کو کون جان سکتا ہے؟ ایک ولی بھی دوسرے ولی کے مقام کو نہیں سمجھ سکتا۔

’’ولی را ولی می شناسد‘‘ کے صحیح معنیٰ

حکیم الامت فرماتے ہیں یہ جو جملہ ہے کہ ؎

ولی را ولی می شناسد

یعنی ولی کو ولی پہچانتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ ولی کو ولی بھی نہیں پہچان سکتا ہے، مثال کے طور پر ایک ولی پر چشتیت غالب ہے، دوسرے پر نقشبندیت غالب ہے، وہ شرابِ کافوری کا مستحق ہے اور یہ شرابِ زنجبیلا کا مستحق ہے، دونوں کا ذوق الگ الگ ہے تو کیسے ایک دوسرے کو پہچان لیں گے؟

ولی را نبی می شناسد

حضرت نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کو پیغمبر جانتا ہے کہ میری امت میں کون کون سے اور کیسے کیسے درجہ کے اولیاء اللہ ہیں؟

ارتکابِ گناہ سے انوارِ ذکر کے تباہ ہونے کی مثال

تو دوستو! میں عرض کررہا تھا کہ سب سے پہلے گناہ چھوڑنے کا نسخہ اختیار کرلیں کیونکہ ساری تقریر سننے کے بعد بھی اگر کسی نے بدنظری نہیں چھوڑی اور گناہوں سے توبہ نہیں کی تو اس کا آنا جانا سب ضائع ہوجائے گا، اس داڑھی کی کوئی قیمت نہیں ہے جو داڑھی معصیت سے ملوث ہو، ایسے بندے کی کوئی قیمت نہیں ہے، سارا دل تباہ ہوجاتا ہے۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گناہ کے بارے میں عجیب مثال بیان فرمائی کہ جو لوگ تہجد بھی پڑھتے ہیں، اللہ اللہ بھی کرتے ہیں، تقریریں بھی کرتے ہیں، ملفوظات بھی نوٹ کرتے ہیں، تصنیف و تالیف بھی کرتے ہیں، خانقاہوں میں بھی جاتے ہیں لیکن گناہِ کبیرہ مثلاً بدنظری کرلیتے ہیں یا بدنظری کی آخری منزل کا ارتکاب کرلیتے ہیں، تو میرے مرشد اوّل شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کیا عمدہ مثال دی، فرمایا کہ ایک ہرا بھرا پودا یا درخت پانچ فٹ کا ہے، بہت ہی شاندار ہے، اس کے ہر پتّہ میں ہریالی ہے، دل چاہتا ہے کہ اس کو دل بھر کر دیکھیں لیکن اس کے نیچے سردی میں دس بیس آدمیوں نے دس کلو لکڑی لاکر آگ جلا کر اپنے کو سینک لیا، سردی تو دور ہوگئی، لیکن اس درخت کے پتوں کا کیا حال ہوگا؟ اب اگر سال بھر تک بھی کھاد پانی دیتے رہو تو بھی وہ ہرا پن نہیں آئے گا۔ تو حضرت فرماتے تھے کہ جو شخص گناہ سے نہیں بچتا، کبائر کا ارتکاب کرتا رہتا ہے، اس کے دل کے ایمان اور ذکر اللہ کے سارے گلستان و باغات اس طرح جل جاتے ہیں کہ برسوں تک وہ کیفیت واپس نہیں آتی۔

گناہ کرنے سے شرم وحیا کی نعمت چھن جاتی ہے

اور اس حیثیت سے بھی سوچنا چاہئے کہ گناہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی کیا ایسی معمولی بات ہے کہ جب چاہو اللہ میاں کو ناراض کرلو، بہت ہی غیر شریف اور بہت ہی نالائق انسان ہے وہ جس میں شرافت وحیا کا مادّہ نہیں ہے، جو گناہ کرتے کرتے بے حیا ہوجاتا ہے، حیا وغیرت کی نعمت ختم ہوجاتی ہے۔ اس لیے جہاں توبہ کیجیے تو اللہ تعالیٰ سے حیا بھی مانگئے کہ اے خدا! میرے گناہ بھی معاف کردیجیے اور گناہوں سے جو فُقدانِ حیا کا نقصان پہنچا ہے کہ حیا جاتی رہی ہے، دل میں بے شرمی آگئی ہے تو مجھے اپنے خزانہ سے شرم وحیا بھی دے دیجیے۔

بہت سے ہندو، کافر بھی جن کو شرم وحیا ہے، وہ کسی عورت پر نظر نہیں ڈالتے۔ میں نے انڈیا میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، جب میں ہندوستان میں رہتا تھا، کہ بعض دنیاوی حساب سے معزز ہندو جب وہ کہیں جاتے تھے تو ان کی آنکھوں کو میں نے خود دیکھا کہ وہ کسی عورت پر حیا کی وجہ سے نظر نہیں ڈالتے تھے، آخرت کی وجہ سے نہیں کیونکہ ہندو کا اللہ پر کہاں ایمان ہے؟ لیکن اس کو خاندانی حیا وشرم ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ اللہ پناہ میں رکھے گناہ کرتے کرتے حیا وشرم میں بھی آگ لگ جاتی ہے، انسان بے غیرت، بے حیا ہوجاتا ہے لیکن اس مثال کو خوب ذہن نشین کرلیجیے کہ جتنا نقصان کسی ہرے بھرے درخت، ہرے بھرے پودے کے پاس آگ جلانے سے ہوتا ہے اتنا ہی شیطان آپ کی نسبت مع اللہ، ذکر اللہ کے انوار اور آپ کی عبادت کی ساری محنتیں اس طرح ضائع کروائے گا کہ پھر سال بھر تک وہ مقام ملنا مشکل ہے۔

مومن کی سب سے منحوس گھڑی

اس لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیے اور ہم بھی پناہ چاہتے ہیں کہ ایک

سانس بھی اللہ کی ناراضگی میں گذرے، ہر سانس ان پر فدا ہو، پھر ہماری ہر سانس بادشاہوں سے بڑھ کر ہے۔ جو سانس اللہ کی خوشی میں گذرے اس سانس کی قیمت سلطنت سے زیادہ ہے یا نہیں؟ اور جو انسان اللہ کی ناراضگی میں زندگی گذارے اس سے بدترین انسان کوئی نہیں ہے، سؤر اور کتّے بھی اس سے افضل ہیں کیونکہ سؤر اور کتّے مکلف نہیں ہیں، ان کے پاس تو عقل ہی نہیں ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کی سب سے منحوس گھڑی، سب سے لعنتی اور خبیث گھڑی اور خبیث وقت وہ ہے جس وقت وہ اپنے اللہ کو ناراض کرتا ہے۔ مولانا رومی کیا عمدہ شعر فرماتے ہیں ؎

عام اگر خفّاش طبعند و مجاز

عام لوگ اگر خفّاش طبع، چمگادڑ یعنی باڈُر ہیں، اندھیروں میں الٹا لٹکنے کے عادی ہیں، بنگلہ زبان میں چمگادڑ کو باڈُر کہتے ہیں، ہے تو باڈُر مگر بہادر نہیں ہے کیونکہ سورج سے بھاگ کر اندھیروں میں اُلٹا لٹکتا ہے اور اس کا امپورٹ ایکسپورٹ آفس ایک ہوتا ہے اور جس منہ سے کھاتا ہے اسی منہ سے پاخانہ کرتا ہے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اس کو اندھیروں میں الٹا لٹکنے کا یہ عذاب کیوں ملا؟ کیونکہ سورج سے اس کو دشمنی ہے۔ سورج کی دشمنی سے اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ عذاب نازل کیا کہ اندھیروں میں الٹا لٹکا ہوا ہے۔ لیکن سورج سے بغاوت کے باوجود سورج ہی اس کو غذا دیتا ہے ؎

در شب ار خفّاش کرمے می خورد

کرم را خورشید ھم می پرورد

یعنی سورج کی گرمی سے کیڑے بدحواس ہو کر اندھیروں میں جاتے ہیں جہاں چمگادڑ اُلٹا لٹکا رہتا ہے اور جلدی سے اس کیڑے کو کھالیتا ہے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ سورج کا کرم دیکھیں کہ اپنے دشمنوں کو بھی غذا دے رہا ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اسی طرح بعض لوگ اللہ والوں کے دشمن ہوتے ہیں، ان کی عقل پر بھی یہی عذاب ہوتا ہے کیونکہ اللہ والے معنوی ہدایت کے سورج ہیں، جو ان سے دشمنی یا نفرت کرتا ہے یا ان کو حقیر سمجھتا ہے تو اس کی عقل پر بھی ایسا ہی عذاب آتا ہے، وہ گناہوں کے اندھیروں میں اُلٹا لٹکا رہتا ہے، اہل اللہ کی غیبت کرتا رہتا ہے، کہتا ہے کہ ہم کو اللہ والوں کی کیا ضرورت ہے، ہمارے پاس کتابیں ہیں، میں تو بخاری شریف پڑھاتا ہوں، مجھے اللہ والوں کی کیا ضرورت ہے لہٰذا اس کی عقل پر بھی فتور آجاتا ہے۔

پرایا مال دیکھ کر دل کو تڑپانا بے وقوفی ہے

تو ہرے بھرے درخت کے پاس آگ لگانے سے اس کو جتنا نقصان پہنچتا ہے، گناہِ کبیرہ اور بدنظری وغیرہ سے بھی باطن کو اتنا ہی نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ ہم سب کو وہ دن نصیب کردے کہ ایک بھی بدنظری نہ ہو، کتنی ہی حسین سے حسین شکل ہو، چاہے جان بھی چلی جائے مگر اس کو مت دیکھو۔ کیا دیکھنے سے کچھ پا جاؤ گے؟ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یہ عجیب گناہ ہے، دیکھ کر دل کو تڑپانا اور کچھ نہ پانا، نہ لینا نہ دینا اور مفت میں دل کو تڑپانا۔ جیسے اپنے ہاں دال روٹی پکی ہے اور پڑوسی کے ہاں کباب تلا جارہا ہے، اب اس کی خوشبو سونگھ کر تڑپ رہا ہے۔ ارے ظالم! تڑپتا کیوں ہے ناک بند کرلے، دروازہ بند کرلے، دوسرے کے مال پر کیوں تڑپتا ہے؟

کسی کی بہو، بیٹی کو دیکھنے سے گالیاں ملتی ہیں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ریل میں سفر کررہا تھا، ریل اسٹیشن پر رکی، اتنے میں برابر والی پٹڑی پر دوسری ریل آکر رکی۔ اس میں نیا شادی شدہ سکھ میاں بیوی کا جوڑا بیٹھا تھا، میرے سامنے ایک جوان بیٹھا ہوا تھا،

وہ بہت نالائق تھا، بدنظری کا مریض تھا، وہ بار بار اس سکھ کی بیوی کو دیکھ رہا تھا تو سکھ نے اسے گالی دے کر کہا کہ جتنا دیکھنا ہے دیکھ لے مگر یہ رات کو سوئے گی میرے ہی پاس۔ جو دوسرے کی ماں، بہن، بیٹی کو دیکھتا ہے وہ اسی طرح گالیاں کھاتا اور رسوا ہوتا ہے۔

خواہشِ نفسانی کا علاجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں کہ ایک نوجوان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے شہوت اور خواہش بہت ہے، مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے۔ اگر کسی عالم سے کوئی یہ سوال کرے تو تھپڑ مارے گا یا نہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس کو روکنے کے لئے آگے بڑھے لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹا تک نہیں بلکہ اس کو اپنے قریب بلا کر بٹھایا اور فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری ماں سے کوئی زنا کرے؟ تو اس نوجوان نے کہا کہ نہیں! خدا کی قسم! میں اس کو برداشت نہیں کرسکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات اس کی پھوپھی، خالہ، بیٹی اور بہن کے لئے دریافت فرمائی، اگر ان سے کوئی زنا کرنا چاہے تو کیا تم پسند کرو گے؟ سب پر اس نے کہا کہ میں ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جس سے زنا کرے گا وہ بھی تو کسی کی ماں، کسی کی بیٹی، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی، کسی کی بہن ہوگی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور یہ دعا پڑھی:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ))

(مسند احمد عن ابی امامۃ الباھلی: ج ۳۶ ص ۵۴۵، رقم الحدیث: ۲۲۲۱۱)

اے اللہ! اس کے گناہ کو معاف کردے اور اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر اس جوان کو زندگی بھر زنا کا وسوسہ بھی نہیں آیا۔

اہل اللہ سے تعلق گناہوں سے محفوظ رہنے کا واحد ذریعہ ہے

لیکن اب حضور ﷺ کا وہ ہاتھ کیسے ملے گا؟ اب وہ ہاتھ تو نہیں ملے گا لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ آج بھی جو لوگ اللہ والوں سے جڑے ہوئے ہیں، دوسروں کی بنسبت گناہوں سے کافی محفوظ ہیں اور بعض تو بالکل ہی محفوظ ہو گئے، بعض ایسے بندے ہیں جو ایک نظر بھی خراب نہیں کرتے۔ مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک دن فرمایا کہ بعض عالم ایسے گذرے ہیں جن سے ایک گناہ بھی نہیں ہوا۔ اسی وقت میرے دل میں آیا کہ بابا اپنا حال بتا رہے ہیں۔ حضرت پیدائشی، مادرزاد ولی ہیں، نو سال کی عمر میں ہی حافظ ہو گئے تھے، درسیات پڑھنے کے دوران دس سال تک قراءت کی مشق کی، بارش ہو رہی ہے اور چھتری لئے قراءت پڑھنے جا رہے ہیں۔

اَرحم الراحمین کی بے پایاں ادائے رحمت

بہرحال آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا ولی بننا ہے یا نہیں؟ بتائیے! یہاں کس لئے آئے ہیں؟ اگر نفس کی اصلاح چاہتے ہو، ولی اللہ بننا چاہتے ہو تو گناہوں کا زہر کھانا چھوڑ دو، گناہوں کے کنکر پتھر اپنی جھولی سے نکال کر پھینک دو، موتی دینے والا انتظار کر رہا ہے کہ تم اپنی جھولی سے گناہوں کے کنکر، پتھر، اُپلے گوبر اور خبیث چیزیں نکال کر پھینک دو، ہماری اس ادا کا اللہ منتظر ہے کہ وہ ادائے رحمت دکھائے یعنی ہماری جھولی میں اپنی نسبت کا موتی عطا کر دے۔

آپ بتلائیں کہ آپ کا کوئی مہمان آ رہا ہو اور آپ جس کمرہ میں اسے ٹھہرائیں اس میں مری ہوئی چھپکلی، بلّی کا گوبر پڑا ہو اور بدبو بھی آ رہی ہو تو اس کمرہ میں مہمان آئے گا؟ کوئی شریف آدمی بیٹھے گا؟ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں دنیا کا کباڑ خانہ اور گندگی بھری ہو اور اس دل میں اللہ

آ جائے؟ گناہوں سے دل میں گندگی بھرتی ہے، یہ نہ سمجھئے کہ آنکھ سے حسینوں کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے، آنکھ کے راستہ سے دل گندہ ہوجاتا ہے، دل خراب ہوجاتا ہے، برباد ہوجاتا ہے، حلاوتِ ایمانی کا عکس پیدا ہوجاتا ہے، قضیۂ عکس ہوجاتا ہے یعنی جیسے نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے تو اگر نظر نہیں بچائی تو قضیۂ عکس ہوکر پہلے سے موجود حلاوتِ ایمانی بھی سلب ہوجاتی ہے۔

بدنظری سے عبادات کی حلاوت چھن جاتی ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا اعلان ہے کہ جو سڑک پر کسی عورت کو بری نظر سے دیکھنے کے بعد تلاوت کرے گا تو مزہ نہیں پائے گا، نماز پڑھے گا تو مزہ نہیں آئے گا، اللہ تعالیٰ اس ظالم سے اپنی عبادت کی لذت چھین لیتا ہے۔ لیکن میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ بدنظری سے کیا ملتا ہے؟ بولو بھئی! کچھ ملتا ہے سوائے اس کے کہ بے چینی پیدا ہوتی ہے، پریشانی آتی ہے، اور پریشانی میں پری ہے یا نہیں؟ جہاں پری ہوگی وہاں پریشانی آجاتی ہے، پری خود ہی پریشانی لاتی ہے، لہٰذا کسی پری کو مت دیکھو، آنکھ بچا کر رکھو۔ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کہ سعدی راہ و رسمِ عشق بازی
چناں داند کہ در بغداد تازی

آپ جانتے ہیں کہ سعدی شیرازی کتنے بڑے ولی اللہ تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے خلیفہ تھے، تو سلسلہ سہروردیہ کے یہ پہلے خلیفہ، صاحبِ نسبت بزرگ، فرماتے ہیں کہ سعدی بھی خوب جانتا ہے کہ عشق بازی کیسے کی جاتی ہے اور حسینوں کو کیسے پھنسایا جاتا ہے، معشوقوں کو کیسے چکر میں ڈالا جاتا ہے، جیسے بغداد کے لوگوں میں عربی گھوڑے پہچاننے کی صلاحیت ہے

ویسے ہی سعدی بھی عشق بازی خوب جانتا ہے۔اور فرماتے ہیں ۔

اگر مجنوں و لیلیٰ زندہ گشتے

حدیثِ عشق زیں دفتر نوشتے

اگرلیلیٰ ومجنوں زندہ ہوتے تو میرے عشق کے بیان سے اپنی داستان وقصہ کا آغاز کرتے۔لیکن فرماتے ہیں کہ ۔

دل آرامے کہ داری دل دروبند

دِگر چشم از ہمہ عالم فروبند

اے دنیاوالو! سعدی کا تجربہ سنو۔سب کچھ جانتے ہوئے بھی میں حسینوں سے دور رہتا ہوں کیونکہ دل کا آرام اسی میں ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کو باندھ لو، وابستہ کرلو اور سارے عالم کے حسینوں سے نظر کو بند کرلو۔

بیوی کو ستانے والا ولی اللہ نہیں ہوسکتا

بس اللہ نے جو حلال کی بیوی دی ہے اسی پر قناعت کرو۔ سمجھ لو کہ یہ بیویاں حوروں سے افضل کردی جائیں گی۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ جنت میں ہماری مسلمان بیویاں حوروں سے زیادہ خوبصورت کردی جائیں گی۔لہٰذا سڑکوں پر کوئی کتنی ہی اچھی عورت نظر آئے اس سے نظر بچاؤ اور اپنی بیویوں کی قدر کرو، ان سے پیار ومحبت سے رہو، اپنی بیوی کو کبھی مت ستاؤ، جتنا زیادہ آپ بیوی پر احسان کریں گے اور اس کے دُکھ درد اور بیماری میں اچھی سے اچھی دوا لائیں گے اور اس کی خطاؤں کو معاف کریں گے اتنے ہی بڑے ولی اللہ بن جائیں گے کیونکہ کسی کی بیٹی کو ستانے والا داماد اس کے باپ کا ہرگز دوست نہیں بن سکتا، اسی طرح اللہ کی بندیوں کو ستا کر کوئی اللہ کا ولی نہیں بن سکتا، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ اللہ کی بندیاں بھی ہیں، خالی آپ کی

بیویاں نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کو بھی ان سے تعلق ہے لہٰذا ان کی قدر کرو، یہ جنت میں حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی۔

بیویوں کے ساتھ جوانی اور بڑھاپے میں حسنِ سلوک پر قرآن پاک سے استدلال

دنیا مسافر خانہ ہے، ہم دنیا کے پلیٹ فارم پر ہیں، اسٹیشن پر ہیں۔ آپ بتائیے! کیا پلیٹ فارم پر اچھی چائے ملتی ہے؟ جیسی تیسی ملتی ہے آدمی پی لیتا ہے کہ چلو میاں پی لو، نزلہ زکام سے بچ جائیں گے چاہے گرم پانی ہی صحیح۔ لہٰذا سمجھ لو کہ دنیا مسافر خانہ ہے، اللہ نے جو بیوی ہمیں دے دی اسی کو اپنے لیے خیر سمجھو۔ اس کو اللہ سے نسبت ہے کہ اللہ پر ایمان لائی ہے، مؤمنہ ہے، مسلمہ ہے، اللہ کی خواجہ تاش ہے۔ جیسے ہم اللہ کے بندے اور خواجہ تاش ہیں، ویسے ہی خواجہ تاشیت کی نسبت اسے بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا:

﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾

(سورۃ الروم، آیۃ:۲۱)

جوانی کے لئے اللہ نے مودّت فرمایا اور بڑھاپے میں اس پر رحم کرو۔ واہ! یہی دلیل ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے کیونکہ جوانی میں جوش ہوتا ہے اور حسن عالمِ شباب پر ہوتا ہے لہٰذا جوانی میں محبت کا حق ادا کرنا آسان ہوتا ہے تو اللہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، مودّت کا زمانہ تمہارا عالمِ شباب اور جوانی کا ہے لیکن جب بیوی بوڑھی ہوجائے اور اس میں وہ حسن نہ رہے تو مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً خبردار! اس وقت اس سے رحمت سے پیش آنا۔ آہ! کیا یہ دلیل نہیں ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے؟ خدا کے سوا اپنی مخلوق کی اتنی رعایت کوئی کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے دونوں زمانوں کی زندگی کا انتظام کردیا یعنی جب بیوی جوان ہو تو مودّت سے پیش آؤ

اور جب بوڑھی ہوجائے تو رحمت سے پیش آ ؤ، ان پر رحم کرو کہ اب بے چاری کمزور ہے، خدمت بھی نہیں کرسکتی، کسی کام کی نہیں رہی، جب تک کام کی تھی تو آپ اس کے آگے پیچھے پھرتے رہے اور جب بے چاری بیمار، کمزور اور بوڑھی ہوگئی تو آپ لندن والوں کی طرح جیسے وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کو اولڈ ہومز میں پھینک دیتے ہیں، بیویوں کو بھی جا کر کہیں باہر پھینک آ ؤ، ڈھاکہ سے باہر ایک جنگل بنادو اور جو بیوی بوڑھی ہوجائے، اسے وہاں پھینک آ ؤ۔ توبہ توبہ!

اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ۔

گناہ چھوڑنے کے سات نسخے

اب گناہ چھوڑنے کے سات نسخے یاد کرلیجیے۔ نسخہ نمبر ایک: روزانہ مراقبہ کیجیے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ نسخہ نمبر دو: قبر و دوزخ اور قیامت تینوں کا مراقبہ کیجیے۔ تیسرا نسخہ: اللہ تعالیٰ سے رویئے کہ اے اللہ! ہماری اصلاح فرمادے اور ہمیں گناہ چھوڑنے کی آپ نے جو ہمت دی ہے اس ہمت کو استعمال کرنے کی توفیق دے دیجیے۔ دیکھئے! اگر ہم اپنا ہاتھ اوپر نہ اٹھائیں یا ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں اور نیچے نہ گرائیں تو یہ ہمیشہ کے لیے اکڑ جائے گا یعنی جو طاقت اللہ نے دی ہے، اس کو استعمال نہ کرنے سے وہ طاقت ختم ہوجاتی ہے۔ اگر ہم نے گناہ چھوڑنے کی ہمت استعمال نہ کی تو اللہ تعالیٰ یہ ہمت چھین لیتے ہیں، لہٰذا دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے رویئے کہ یا اللہ! مجھے گناہ چھوڑنے کی ہمت کو استعمال کرنے کی توفیق دے دیجیے اور خاصانِ خدا یعنی اللہ والوں سے بھی دعا کروائیں کہ آپ میرے لیے دعا کردیجیے کہ میری زندگی اللہ والی بن جائے۔

نسخہ نمبر چار ہے کہ ذکر اللہ کا اہتمام کیجیے کیونکہ اللہ پاک ہے، جو اللہ پاک کا نام لیتا ہے اس کا دل پاک ہونے لگتا ہے، اس کو ناپاکی سے مناسبت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ خوشبودار ہیں یا نہیں؟ ارے بھئی! پھول کس نے پیدا کیا؟

اللہ نے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں خوشبو نہیں ہوگی؟ اگر خوشبو نہیں ہے تو پھولوں کو خوشبو کیسے دیتے ہیں؟ تو جو اللہ کا نام لیتا ہے اس کی روح کو گناہوں کی بدبو سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

نسخہ نمبر پانچ ہے کہ کبھی کبھی دینی دوستوں میں بیٹھ جایا کرو۔ اگر شیخ کے شہر سے دور ہو تو اپنے اپنے علاقوں میں ہفتہ واری اجتماع کرو، اس کے لیے خلافت ضروری نہیں ہے، تھوڑی دیر کے لیے آپس میں بیٹھ کر بزرگوں کی کتاب پڑھو، دینی دوستوں کے آپس میں ملنے سے روح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے چالیس پاور کا ایک بلب تو کمزور ہے لیکن جب اکٹھے دس بلب جل گئے تو چالیس پاور کے حساب سے اب چار سو پاور کی روشنی آ جائے گی۔ بعضوں کو شیطان دھوکہ دیتا ہے کہ جب پیر صاحب آئیں گے یا کوئی بہت بڑے مولانا آئیں گے تب ہم لوگ جمع ہوں گے، حقارت سے مت دیکھو کہ کیا یہ محلہ والے آپس میں دین کی نسبت سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہیں! انہیں حقیر مت سمجھو۔ مولانا رومی کی نصیحت ہے ؎

بست مصباح از یکے روشن تر است

بیس چراغ ایک چراغ کی بنسبت زیادہ روشن ہوتے ہیں چاہے سب مساوی پاور والے ہوں۔ لہٰذا سب دوستوں سے کہتا ہوں کہ ہفتہ واری اجتماع میں ضرور شرکت کریں۔

اور چھٹا نسخہ ہے کہ اپنے شیخ کو خط لکھتے رہیں یا اس کے پاس اس کی صحبت میں جاتے رہیں۔ یا تو شیخ کے پاس ہر مہینہ جایئے اور جب جانا نہ ہو تو کم سے کم ہر مہینہ ایک خط لکھیے۔ میرے جو متعلقین پاکستان سے باہر کسی ملک میں رہتے ہیں وہ پاکستان سے آنے والوں سے پاکستان کے ٹکٹ منگوالیں اور انہیں اپنے جوابی لفافہ پر لگا کر جوابی لفافہ اپنے خط میں رکھ کر بھیجیں، یا کسی کا شیخ اگر انڈیا میں ہو تو وہاں سے ٹکٹ منگوالیں، اس سے بہت آسانی ہوجائے گی اور جوابی لفافہ پر اپنا پتہ بھی خود لکھیے، اب ہمارا کیا کام رہا خالی چند سطر جواب لکھا اور

ڈاک خانہ میں ڈال دیا لیکن یار لوگ اپنے خط کے لفافہ میں نہ تو جوابی لفافہ رکھتے ہیں، نہ اس جوابی لفافہ پر ٹکٹ لگاتے ہیں، نہ اس پر پتہ لکھتے ہیں اور اب ہم ان کے خط کا جواب دینے کے لیے لفافے بھی تلاش کریں، پتہ بھی لکھیں اور ٹکٹ بھی لگائیں، جو کام خود کر سکتے ہو وہ کام اپنے بڑوں سے لینا خلافِ تہذیب اور بے ادبی ہے۔ تو ہر مہینہ اپنے شیخ کو خط لکھو اور اگر ممکن ہو تو شیخ کے پاس جاؤ، اگر شیخ پاس نہیں ہے تو دوستوں کا ہفتہ واری اجتماع ان شاء اللہ اس کا بدل ہو جائے گا۔

ترکِ گناہ کے لیے اسبابِ گناہ سے دوری ضروری ہے

اب آخری نمبر اور سن لیجیے یعنی نسخہ نمبر سات کیونکہ سات کے عدد میں برکت ہے۔ اکثر روایاتِ حدیث میں سات کا عدد آتا ہے:

﴿حَسْبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝﴾

(سورۃ التوبۃ آیۃ: ۱۲۹)

جو شخص صبح شام سات مرتبہ یہ پڑھ لے تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

((کَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَاۤ اَھَمَّہٗ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۱ ص ۷۳)

اللہ تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت کے سارے غموں کے لیے کافی ہو جائیں گے۔ یہ روایت ابوداؤد شریف کی ہے اور فرماتے ہیں اِنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وِرْدُ ھٰذَا الْفَقِیْرِ مُنْذُ سِنِیْنَ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ سالہا سال سے یہ فقیر بھی اس وظیفہ پر عمل کر رہا ہے۔

یہ ساتواں نمبر بہت اہم، بہت ضروری ہے کہ اسبابِ معصیت کے قریب بھی نہ جائیں۔ یہ نمبر اتنا اہم ہے کہ جو اس پر عمل نہیں کرے گا اس کے

باقی چھ نمبر بھی ضائع ہوجائیں گے، چھ نمبر سے جو روحانی طاقت آئے گی تو ساتویں نمبر میں اگر کوتاہی ہوجائے تو چھ نمبر بھی سب کے سب ضائع ہوجائیں گے اور اس کا منہ گناہ سے کالا ہوجائے گا۔ یہ جو کچھ پیش کررہا ہوں سب قرآن سے مستنبط ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ: ۱۸۷)

جن چیزوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان کے قریب بھی نہ رہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی وجہ سے اپنے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پیچھے بٹھاتے تھے جب تک ان کی پوری داڑھی نہیں آ گئی:

((كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ صَبِيْحًا وَّكَانَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يُجْلِسُهٗ فِيْ دَرْسِهٖ خَلْفَ ظَهْرِهٖ مَخَافَةَ خِيَانَةِ الْعَيْنِ مَعَ كَمَالِ تَقْوَاهُ))

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب النظر واللمس، جز ۲۶، ص ۳۸۴)

میں عربی عبارت اس لیے نقل کردیتا ہوں کہ مولانا لوگوں کو اس سے مزہ آتا ہے ورنہ یہ پیر کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اگر کسی پیر کو عربی وغیرہ سے مناسبت نہ ہو تو اس پیر کو علماء لوگ دیکھتے بھی نہیں کہ یہ کیسا پیر ہے؟ چونکہ آپ حضرات کی خدمت میرے لیے مقدر تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کی حلاوت سے بھی نوازا ہے۔ عربی زبان میں مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ عربی عبارت خودبخود یاد ہوجاتی ہے۔ دیکھیں! امام ابوحنیفہ امام محمد کو ان کے حسین ہونے کی وجہ سے اپنے پیچھے بٹھاتے تھے اور جب ان کی اتنی داڑھی آ گئی کہ عبارت پڑھتے ہوئے چراغ کی روشنی میں ہلنے لگی تو پھر فرمایا کہ اچھا! اب سامنے

آ جاؤ۔ تو گناہوں کے جو اسباب ہیں ان کے قریب نہ رہو۔

حسنِ اخلاق کی تعریف

اور اسبابِ گناہ کیا ہیں؟ جب اپنے اپنے گاؤں جاؤ تو بھابھی سے زیادہ بات چیت مت کرو، اپنے بھائی کے ذریعہ ان کی خیریت معلوم کرلو۔ اگر بھابھی کہے کہ یہ کیسا مُلّا ہوگیا ہے، اس کے تو اخلاق بالکل خشک ہوگئے ہیں، ذرا بھی خیال نہیں کرتا، ہم سے زیادہ گپ شپ نہیں کرتا تو کہہ دو کہ اللہ کا حکم یہی ہے، ہماری اس بداخلاقی پر لاکھوں اخلاق قربان ہوجائیں کیونکہ حسنِ اخلاق کی تعریف ہے مُدَارَاۃُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاۃِ الْحَقِّ مشکوٰۃ کی شرح میں مُلّا علی قاری کی عبارت ہے کہ اچھے اخلاق کی تعریف یہ ہے کہ اللہ کے قانون کا احترام رکھتے ہوئے مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ بھابھی کا دیور سے ملنے کا کوئی حق نہیں بنتا، اللہ ناراض ہوتا ہے، بس اپنے بھائی سے ملو۔

ایک مرتبہ مولانا ابرارالحق صاحب کے پاس ایک مقدمہ آیا۔ ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے گیا تو جو حضرت کا مرید تھا اس نے اپنے بھائی کا اپنی اہلیہ سے پردہ کرادیا۔ تو اس پر اس کا بھائی ناراض ہوگیا۔ جب حضرت نے پوچھا کہ تم کیوں ناراض ہوگئے؟ تو اس نے کہا کہ میں بھائی کے پاس گیا تھا اس نے اپنی بیوی کا مجھ سے پردہ کرادیا۔ تو حضرت نے پوچھا کہ تم کس سے ملنے گئے تھے؟ اس نے کہا کہ بھائی سے۔ کہا بھائی ملا تھا یا نہیں؟ کہا ہاں ملا تھا۔ تو پوچھا کہ پھر آپ کو کیا غم ہے؟ غم پر مزاحاً ایک واقعہ بتاتا ہوں کہ جب میر صاحب پانچ چھ سال کے تھے تو ایک شعر پڑھا کرتے تھے ؎

الٰہی پھیر دے مشکل کے دن اب
بہت دن ہوگئے غم سہتے سہتے

ابھی سات برس کے ہیں اور ان کے پاس غم آگیا تو ان کی اماں نے ایک طمانچہ

مارا اور کہا کہ تجھ کو کیا غم ہے؟ پلاؤ بریانی اُڑا رہا ہے، ڈپٹی کلکٹر کا لڑکا ہے۔ ان کے والد ہردوئی میں چار سال ڈپٹی کلکٹر رہے تھے۔ تو میری خانقاہ میں ایک گجراتی میمن مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے میر صاحب کے پاس اپنا منہ لے جا کر ایک خاص انداز میں کہا کہ وہ کیا غم تھا؟ جس انداز سے اس نے کہا مجھے ابھی تک اس سے مزہ آتا ہے، میر صاحب وہ غم نہیں بتا سکے۔

اللہ تعالیٰ سے اپنے دل کو ایک ڈگری بھی نہ ہٹنے دو

تو اسبابِ معصیت سے دور رہیں ورنہ اگر آپ دین کے حساب سے ہاتھی بھی ہو گئے لیکن جب کیچڑ زیادہ ہو تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے ؎

چوں گِل بسیار شد پیلاں بلغزند

اس لئے اسبابِ معصیت سے دور رہو، کبھی تنہائی میں لڑکوں کو اپنے ساتھ مت رکھو، جس لڑکے کی طرف دیکھو کہ دل مائل ہو رہا ہے، اگر ایک اعشاریہ بھی اس کی طرف جھک رہا ہے تو اس سے ہوشیار ہو جاؤ، اس سے بات چیت نہ کرو۔ دیکھو! یہ دیوار نوّے ڈگری زاویہ پر کھڑی ہے اگر یہ نواسی (۸۹) ڈگری پر جھک جائے تو انجینئر یہ فیصلہ دے گا کہ اب آپ لوگ یہاں نہ بیٹھیں کیونکہ دیوار گرنے کا خطرہ ہے تو اگر دل کسی حسین کی طرف ایک ڈگری بھی مائل ہونے لگے تو سمجھ لو کہ دل کا اللہ کی طرف جو نوّے ڈگری زاویہ ہے وہ اب خطرہ میں ہے، اگر دل ذرا سا بھی ٹیڑھا ہو تو سمجھ لو خطرہ ہے لہٰذا اس حسین سے دور ہو جاؤ، سب غم اٹھا لو، یہ مٹی کے کھلونے ہیں، مرنے والی لاشیں ہیں، ان کے لیے اپنے اللہ کو ناراض مت کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔ جس نے بھی دنیا میں کسی حسین سے دل لگایا، واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں وہ شخص عذاب میں مبتلا ہوا اور ساری زندگی ذلت و خواری میں گذری۔

عاشقِ مجازی کی زندگی دوزخ کی زندگی جیسی ہوتی ہے

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو نالائق اپنا دل اَمردوں میں، حسینوں میں پھنساتے ہیں ان کی زندگی ایسی ہوتی ہے جیسے دوزخ والوں کی زندگی:

﴿ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی ۝﴾

(سورۃ الاعلٰی، آیۃ:۱۳)

یعنی جس طرح دوزخیوں کو نہ موت ہے نہ زندگی ہے بلکہ موت و زندگی کے درمیان میں پریشان رہتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی پاگل رہتے ہیں، چین چھن جاتا ہے۔ آہ! اسی لیے حکیم الامت نے فرمایا کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے۔ دوستو! کیا عذابِ الٰہی میں جانے سے چین ملے گا؟ کیا حکیم الامت کے اس قول پر آپ کو اعتبار نہیں کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے۔

انجامِ حسنِ فانی

ایک عاشق نے مجھ سے کہا کہ میرا دل ایک حسین میں پھنس گیا ہے، رات بھر نیند نہیں آتی، میں نے آپ کا دیا ہوا تیل سر پر لگایا اور تیل لگا کر جب میں نے کھوپڑی پر ہاتھ رکھا تو وہ جل رہی تھی۔ تو میں نے اس سے کہا یہ سر آگ کی طرح رہے گا جب تک جس حسین کے ساتھ تم رہتے ہو اس کو بھگا نہ دو، آپ اس کے سرپرست بننے کی کوشش نہ کیجیے۔ تو اس نے میرے مشورے پر عمل کیا، اس حسین کو اپنے پاس سے بھگا دیا، پھر بغیر سر کے تیل کے اس کا دماغ ٹھنڈا ہوگیا اور رات کو نیند بھی اچھی آئی۔ تو میں نے اس سے کہا کہ تم نے جو کہا تھا کہ دل ہر وقت پریشان ہے اور نیند بھی نہیں آرہی ہے اور مغزِ دماغ کو جیسے کوئی پھاڑ رہا ہے تو اب اس پر میرا شعر سن لو۔ اس شعر میں میں نے اس کیفیت کو یعنی عشقِ مجازی کے عذاب کو بیان کیا ہے تاکہ لوگ اللہ کے عذاب سے ڈریں۔ ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشق مجازی کے مزے کیا لوٹے

جس حسین شکل پر آج تم جان دے رہے ہو جب کچھ دن بعد اس کی شکل کا جغرافیہ بدل گیا یعنی شکل بدل گئی اور سارا حسن ختم ہوگیا، اب دونوں ایک دوسرے کو اُلّو سمجھتے ہیں، ایک دوسرے سے آنکھیں چرا کر بھاگے جارہے ہیں جیسے گدھا شیر سے بھاگتا ہے۔اس پر بھی میرا ایک شعر ہے ؎

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

ان حسینوں پر کیوں مرتے ہو جن کے دانت ٹوٹنے والے ہیں، گال پچکنے والے ہیں، کمر ٹیڑھی ہونے والی ہے اور آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگنے والا ہے، ہر لڑکی نانی اماں بننے والی ہے اور ہر لڑکا نانا ابّا بننے والا ہے، تم کہاں جاتے ہو؟

شانِ حسنِ ازلی

آہ! دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کیا شان بیان کی ہے:

﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ ۝﴾

(سورۃ الرحمٰن، آیۃ:۲۹)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں یوم بمعنی وقت ہے، اہلِ علم حضرات غور سے سنیں:

((كُلَّ يَوْمٍ (اَیْ كُلَّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ، وَلَحْظَةٍ مِّنَ اللَّحَظَاتِ) هُوَ فِيْ شَأْنٍ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج۲۷ ص۱۵۶)

یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نئی شان ہوتی ہے اور اللہ کے عاشقوں کی بھی

ہر وقت نئی شان رہتی ہے۔آپ دیکھیں! مضمون ہر بیان میں بدل جاتا ہے یا نہیں؟ میرے پاس یہاں کوئی کتاب نہیں ہے کہ اس میں سے دیکھ لوں، آپ میرا کمرہ دیکھ لو، کوئی کتاب ساتھ نہیں لایا لیکن ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان ظاہر ہوتی ہے، اس نئی شان سے ان کے عاشق بھی نئی نئی شان میں رہتے ہیں اور دنیا والوں کی ہر وقت شان بگڑتی رہتی ہے، جب بگڑنے والوں پر بگڑیں گے تو شان بگڑے گی یا نہیں؟

اسی لیے بار بار یہ کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی سے دل مت لگاؤ، واللہ! ہمارے دل کو چین و آرام سے رکھنے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے۔ بے شک ماں باپ کی شفقت سر آنکھوں پر لیکن خدا بچائے اس دن سے کہ جب ماں باپ بھوکے مرنے لگتے ہیں تو بیٹے سے کہتے ہیں کہ کیا ہر وقت گھر میں گُھسا رہتا ہے، کمانے کے لیے کیوں نہیں جاتا، جا روٹی کما کے لا، میں بھوک سے مر رہا ہوں، بوڑھا ہو گیا ہوں، میں نے تجھے بچپن میں پالا تھا تو بیٹا کہتا ہے کہ ابّا! آپ تو کہتے تھے کہ ہر وقت میرے سامنے رہا کرو، تمہیں دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، اب آپ کی آنکھیں کیوں نہیں ٹھنڈی ہورہی ہیں؟ دیکھا آپ نے! ابّا کا پیٹ جلا تو سب ٹھنڈک ختم ہوگئی، اب تو بس روٹی لاؤ، لیکن اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اگر ان کا بندہ بیمار ہو جائے تو وہ تندرستی میں جتنا نیک عمل کرتا تھا اللہ تعالیٰ اسے بیماری میں بغیر عمل کیے اتنا ہی ثواب دیتے ہیں۔

تو یہ ساتواں نسخہ یعنی اسبابِ معصیت کے قریب بھی نہ رہو، سب نسخوں کا حاصل ہے۔سن لو اختر کیا کہتا ہے! ورنہ وہ سالک ساری زندگی عذاب و پریشانی میں رہے گا اور خدائے تعالیٰ کی نسبت و خاص تعلق سے محروم رہے گا اور اندیشہ ہے کہ کسی وقت رسوائی اور ذلت کے جوتے بھی پڑ جائیں۔

مخلوق کی محتاجی سے بچنے کا ایک وظیفہ

اب ایک وظیفہ سن لیجیے۔ آپ لوگ یہ چاہتے کہ کسی کے محتاج نہ ہوں یا مخلوق کا محتاج ہونا پسند کرتے ہیں؟ آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اتنا دے کہ ہم دوسروں کو بھی کھلائیں یا جتنا ملے سب سمیٹ کر بکس میں رکھتے رہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو آج ڈھاکا نگر میں دین کا یہ جو کام ہو رہا ہے یہ نہ ہوتا، کیا میں پاکستان سے یہاں مفت میں آجاتا ہوں؟ کیا جہاز کے ٹکٹ کے لئے رقم خرچ نہ ہوئی ہوگی؟ آپ لوگوں کے جنہوں نے مجھے یہاں بلایا، ان کے پیسے لگے ہیں، زر کثیر صرف ہوتا ہے۔ تو ہر انسان کی فطرت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میں کسی کا محتاج نہ رہوں اور یہ بھی چاہتا ہے کہ خدا ہمیں اتنا دے کہ دوسروں کو بھی کھلائیں۔ تو اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو آپ شیخ سے پوچھ کر یہ وظیفہ پڑھا کیجیے یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ آپ کہیں گے کہ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ پڑھنے سے رزق میں اضافہ کا کیا تعلق ہے؟ اب اس کی تفسیر سن لیں ان شاء اللہ آپ کو مزہ آجائے گا۔

یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کی تفسیر

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں اس کی تفسیر کی ہے:

((صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَآءِ الْمُطْلَقِ وَصَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۲۷ ص ۱۵۵)

یَا ذَا الْجَلَالِ اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے، اسے پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ آپ کو کسی مخلوق کا محتاج نہیں ہونے دے گا۔ اور وَالْاِکْرَامِ کی تفسیر کی ہے اَیْ صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ جس کی بخشش عام ہو کیونکہ استغناء میں خطرہ تھا کہ بندوں کو یہ وسوسہ آسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں تو شاید ہمارا خیال نہ کریں گے۔ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں

صاحب بڑے بے نیاز ہیں، بہت مستغنی مزاج ہیں، کسی کا کام نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے اس اشکال کو دور کردیا کہ میں صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَآءِ الْمُطْلَقِ تو ہوں مگر تمہارے دُکھ درد سے مستغنی نہیں ہوں، میں صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ بھی ہوں، میرا فیض عام ہے۔ تو آپ نے یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کا ربط سمجھ لیا؟ ان ناموں کو اس مضمون سے ربط ہوگیا یا نہیں کہ اس نام کی برکت سے اللہ ہم کو آپ کو اتنا دے گا کہ ہم دوسروں کو بھی دیں گے۔

اور سن لیجیے کہ اس کو پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر اپنے چہرہ پر مل لیجیے تو آپ کے چہرہ پر ایک عظمت، ایک عزت اور ایک جلال رہے گا، دوسرا آپ کو ستا نہیں سکے گا، کسی کی ہمت نہیں ہوگی کہ آپ سے آنکھ ملائے، اللہ آپ کے چہرہ پر اپنی جلالتِ شان ڈال دے گا۔ ترمذی شریف کی روایت ہے:

((اَلِظُّوْا بِیَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ابواب الدعوات؛ ج۲ ص۱۹۲)

حضور ﷺ کا حکم ہے کہ اے میری امت کے لوگو! یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ پڑھا کرو۔ یہ نبی کا بتایا ہوا وظیفہ ہے۔ کیوں صاحب! کیا نبی کا وظیفہ پیروں کے وظیفہ سے اعلیٰ نہیں ہوتا؟

ہدایت پر قائم رہنے اور نفس کے شر سے بچنے کی دعا

اور حدیثِ پاک کی ایک دعا ہے:

((اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ابواب الدعوات؛ ج۲ ص۱۸۶)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ! ہدایت کے اور نیکی کے ارادے ہمارے دل میں اِس وقت بھی الہام کرتے رہیے اور آیندہ بھی الہام فرماتے رہیے۔ یعنی اچھی اچھی باتیں، اپنی رضا و خوشی کی باتیں میرے دل میں ڈالتے رہیے، اس

وقت بھی اور آیندہ بھی۔ اب آپ کہیں گے کہ یہ ترجمہ کہاں سے کر رہا ہوں تو اَلْھِمْ کیا ہے؟ امر ہے۔ امر کس سے بنتا ہے؟ مضارع سے۔ اور مضارع میں دونوں زمانے ہوتے ہیں یعنی حال اور استقبال۔ یہ فائدہ ہوتا ہے مضارع کے صیغہ کا کہ اس سے امر بنتا ہے اور امر میں دونوں زمانے ہوتے ہیں یعنی حال کا زمانہ بھی اور مستقبل کا زمانہ بھی، مشتق جو ہوتا ہے اس میں اپنے ماخذ ومرکز کی خاصیتیں رہتی ہیں۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے دل میں گناہ کے ارادے نہیں آئیں گے کیونکہ جب دل میں رُشد کے ارادے آئیں گے تو گناہ کے ارادے کیسے آئیں گے؟

اس دعا کے دو جز ہیں، پہلا جز ہے اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ یعنی اے اللہ! دل میں نیک اعمال کا الہام تو کیجیے۔ اب دل میں نیک ارادہ تو آ گیا لیکن نفس کہتا ہے کہ اس عورت کو دیکھ لو، تو دل میں نیک ارادہ کے باوجود اپنی نالائقی سے بدنظری کرتا ہے لہٰذا اس کے لئے وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ سکھایا، کہ الہامِ ہدایت کے باوجود یہ جو دشمن، نفس بغل میں بیٹھا ہوا ہے، اس کمینہ کی شرارتوں اور دشمنی سے بھی ہم کو بچا لیجیے۔ تو اے اللہ! اچھے ارادہ کا الہام بھی کیجیے اور ہمارے نفس کے شر سے بھی ہم کو بچائیے یعنی اچھا ارادہ آنے کے بعد ایسا نہ ہو کہ نفس ہم پر غالب ہو جائے اور ہم آپ کے عطائے رُشد کو غلط استعمال کریں یا اس پر عمل نہ کریں بلکہ اپنے نفس دشمن کے غلام بن جائیں۔ تو اس دعا میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو دونوں چیزیں بتا دیں یعنی دل میں اچھے اچھے اور نیک ارادے بھی آئیں اور نفس بھی آپ کو پچھاڑنے نہ پائے۔ تو اس دعا کو بھی صبح شام پڑھتے رہیں۔

اب دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائیں، اس مجلس کو اللہ قبول فرمائیں۔ یا اللہ! رمضان کا مبارک مہینہ ہے اور عرش اٹھانے والے

فرشتے ہماری دعاؤں پر آمین کہہ رہے ہیں، اے خدا! اپنے حاملینِ عرش فرشتوں کی آمین کے صدقہ میں، اپنی رحمتِ واسعہ کے طفیل، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اور ہمارے ان بزرگوں کی برکت سے جن کے ہم نے دامن پکڑے ہوئے ہیں یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ میں، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے صدقہ میں، اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے صدقہ میں ہمارے ایمان کو ایمانِ صدیقین کے درجہ تک پہنچا دیجیے اور اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے وہاں تک پہنچا دیجیے اور ہمارے پاپی دل کو، مجرم دل کو، کمینے اور نالائق دل کو سینے سے نکال کر پھینک دیجیے اور اس میں اللہ والوں کا دل داخل کر دیجیے۔ یا اللہ! وہ دل جو آپ سے ڈرنے والا دل ہو، آپ کی یاد میں مست رہنے والا دل ہو، آپ کی محبت میں ہر وقت آپ پر قربان ہونے والا دل ہو، ایسا دل ہمارے سینہ کو عطا فرما دیجیے تاکہ ہماری ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گذرے۔

یا اللہ! جیسے ماں چھوٹے بچہ کو پاخانہ پیشاب پر ہاتھ ڈالنے سے بچاتی ہے، یا اللہ! آپ تو ماں کی محبت کے خالق ہیں، ہم آپ کی غیر محدود رحمت کی بھیک مانگتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں کو گناہوں کی طرف بڑھنے نہ دیجیے، اگر ہم نالائقی سے بڑھیں تو آپ ہمیں کھینچ لیجیے، ماں کی شفقت سے بڑھ کر اپنی بے شمار شفقت و رحمت کے صدقہ میں ہمیں ہر وقت نالائقی سے اور گندگی سے بچاتے رہیں اور اپنی رحمت سے یا اللہ! ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرمائیں اور یہ جوڈھالکا نگر میں دین کا کام ہو رہا ہے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، جو لوگ اس کام میں محنتیں کر رہے ہیں، تعمیرات میں پیسے لگا رہے ہیں، ان کا صدقہ قبول فرما لیجیے اور یہاں جتنے لوگ موجود ہیں یا اللہ! خواتین ہوں یا مرد کسی کو محروم نہ فرمائیں۔

تزکیۂ نفس کی دعا

یااللہ! آپ کی شان بہت بڑی ہے، دست بکشا جانبِ زنبیل ما، اے خدا! اپنے دستِ کرم اور مہربانی کے ہاتھ کو ہماری جھولیوں کی طرف بڑھائیے اوراس میں گناہوں کے جوکنکر پتھر اور گندگی ہے اسے نکال کر پھینک دیجیے، ہم وہ کمینے، ظالم، نالائق ہیں جواپنے کنکر پتھر کوبھی پھینکنانہیں چاہتے اور آپ کوبھی پاناچاہتے ہیں، یہ ہماری نالائقی اور بے غیرتی ہے لہٰذا اے خدا! آپ اپنادستِ کرم بڑھائیے اور ہماراتزکیہ فرمادیجیے:

((اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلٰھَا))

(صحیح مسلم: (قدیمی)؛ کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، ج ۲ ص ۳۵۰)

آپ ہمارے مولیٰ ہیں، ولی ہیں، آپ ہماری اصلاح فرمادیجیے اور ہمیں اولیاء اللہ کی زندگی نصیب فرمادیجیے۔ یااللہ! گناہوں کا چھوڑنا ہم سب کو مشکل ہے، آپ اسے آسان فرمادیجیے، ہم کوبھی، ہمارے بال بچوں کوبھی اور سب کو یااللہ! نیک وصالح اور ابرار بنادیجیے اور ہمارے رزق میں بھی برکت دے دیجیے۔

یااللہ! ہمارے علماء ومحدثین خصوصاً مولانا صلاح الدین صاحب، مولانا ہدایت اللہ صاحب، مولانا عبدالمجید صاحب اور مولانا چاند پوری صاحب یہ چار علماء ایسے ہیں جوصحت کے لحاظ سے کمزور ہیں اور میں بھی کمزور ہوں، آپ یہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو اور آپ سب کی بھی کمزوریوں کو دور فرمادیں، ہمیں صحتِ جسمانی اور صحتِ روحانی دونوں نصیب فرمادیں۔ یااللہ! ہمیں سلامتیٔ اعضاء اور سلامتیٔ ایمان کے ساتھ زندہ رکھیں، سلامتیٔ اعضاء اور

سلامتیٔ ایمان کے ساتھ اٹھائیں اور ہم جو اپنی کمزوری اور وقت کی کمی کی وجہ سے نہیں مانگ سکے آپ بے مانگے سب کچھ عطا فرما دیجیے۔ جس طرح باپ بغیر مانگے بچہ کو بہت کچھ دیتا ہے حالانکہ بچہ مانگتا نہیں ہے، جب بچوں کو اپنے ابّا سے امید ہوتی ہے کہ وہ بغیر مانگے دے گا تو یا اللہ آپ تو کریم ہیں، آپ ہمارے ربّا ہیں، ہم آپ کے بندے ہیں، آپ ہمیں بے مانگے سب کچھ عطا فرما دیجیے، دنیا و آخرت کی ساری خیر ہم کو اپنی رحمت سے بخشش کر دیجیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ. یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ. وَبِحَقِّ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ اَسْعِدْنَا فِی الدَّارَیْنِ وَکُنْ لَّنَا وَلَا تَکُنْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ ھَمِّ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ یَارَبِّ عَلٰی نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ



ملفوظات

آپ لوگوں سے میں دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ میری صحت کے لیے اور میری کمزوری دور کرنے کے لیے دل سے دعا کیجیے، کیا آپ لوگ میری باتیں سننا چاہتے ہیں؟ میری باتوں سے آپ مزہ پاتے ہیں؟ تو کیا میرا حق آپ لوگوں پر نہیں بنتا کہ آپ سب میری صحت و عافیت کے لئے دعا کریں، اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے، اللہ مجھ سے ایسے بیان میرے بزرگوں کے صدقہ اور طفیل میں کرا رہا ہے حالانکہ میں کچھ سوچ کر نہیں آتا، مجھے کچھ پتا نہیں ہوتا کہ میں آج کیا بیان کروں گا، میں تو آج تفسیر بیان کرنے والا تھا مگر ایک رسّی گردن میں پڑی ہوئی ہے، میرا یار جدھر چاہتا ہے اُدھر لے جاتا ہے۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

تو آج جو مضمون مفید اور اہم تھا وہ اللہ نے بیان کروا دیا۔ میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! جو مفید مضمون ہو وہ بیان کروا دیجیے۔ اب تفسیر ان شاء اللہ کل پیش کروں گا بشرطِ مشیّتِ حق ورنہ آج بھی ارادہ تھا لیکن گناہ چھوڑنے کا یہ جو مضمون بیان ہوا، لگتا ہے کسی دوست کی قسمت سے اللہ تعالیٰ نے اسے بیان کروا دیا۔

مریدین پر شیخ کا ایک حق

دیکھیں! آپ لوگوں پر میرا حق بنتا ہے، میں آپ کو سفر میں، حضر میں، ہوائی جہاز پر، ریل میں، کشتی میں، پانی پر، عرفات میں، منٰی میں، مزدلفہ

میں، بیت اللہ میں اور روضۂ مبارک پر کہیں نہیں بھولتا، میرے پیٹ میں روزہ ہے، میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تو کیا میرا آپ لوگوں پر حق نہیں ہے کہ آپ میری صحت اور عمر میں برکت کے لیے دعا کریں اور دین کا جو کام ہو رہا ہے اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس میں ہمیں اخلاص عطا فرمائے اور اسے قبول فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر کرکے جنت میں ہم سب کو اکٹھا کردے۔

حضرت والا دامت برکاتہم کی کیفیت احسانیہ

الحمدللہ! مجھے بھی ایسا ہی نظر آرہا ہے، میں جب تقریر کرتا ہوں تو مجھے اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔ الحمدللہ! اسی لیے آپ دیکھتے ہیں میں آسمان کی جانب دیکھتا رہتا ہوں، آپ حضرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے دل پر تجلیاتِ خاصہ کا نزول فرماتے ہیں۔

